مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی (مقیم لندن)
(سابق مدیر الفرقان، لکھنؤ، بھارت)

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کا سفر برطانیہ، اور قیام کے دس دن

کیا برطانیہ کی قسمت میں کچھ لکھا ہے؟

برطانیہ، ۹۰ فیصدی غیر مسلم اکثریت کا ملک۔ غیر مسلم اکثریت بھی وہ جس کی اسلام دشمنی اور کم سے کم بیزاری یا بیگانگی مشہور و مسلم ہے۔ مسلمانوں کی تعداد یہاں پندرہ بیس لاکھ سے زیادہ نہ ہوگی اور وہ بھی تھوڑے ہی دنوں سے۔

زیادہ سے زیادہ بیس سال ہوتے ہیں کہ یہاں مسلمانوں کی تعداد کسی شمار و قطار کے قابل ہونا شروع ہوئی۔ اس وقت یہاں اسلامی آثار و نشان کے نام سے دو ایک مسجدیں رہی ہوں گی۔ جن میں سے ایک ووکنگ کی مشہور مسجد شاہجہاں بیگم ہے۔

مسلمانوں کی کافی تعداد ہو جانے کے باوجود یہاں کے لوگ بتاتے ہیں کہ کوئی چار پانچ سال تک اسلام کے آثار و نشان یا مسلمانوں کی اسلامیت کے مظاہر میں کوئی خاص فرق نہیں پڑا۔ مگر پھر اللہ کے کرم سے اس بارے میں بھی کچھ صورتیں فرق اور ترقی کی پیدا ہونا شروع ہوئیں۔ جن میں سب سے زیادہ وسیع الاثر صورت تبلیغی جماعتوں کی آمد اور جد و جہد کی تھی۔ جن کی جد و جہد نے مسجدیں بھی بنوائیں۔ نمازی بھی بنائے اور مسلمانوں کی صورتوں میں اسلام کا رنگ بھرا۔

آج (مذہبی پہلو سے) گرجاؤں اور کلیساؤں کے اس ملک اور دوسری طرف (مذہب فراموشی کے پہلو سے) رقص گاہوں اور شراب خانوں کے اس ملک میں تین سو سے اوپر مسجدیں ہیں۔ اور خالی مسجدیں ہی نہیں مسجد کے آباد کرنے والے نمازی بھی ہیں۔ اس وقت رمضان قریب ہے۔ رمضان بھر یہ مسجدیں آپ کو تراویح کی شب زندہ داری اور کلام اللہ کی تلاوت و قرأت سے گونجتی ہوئی ملیں گی۔ مغرب کے وقت بڑے اہتمام اور شوق سے مل جل کر افطار کرنے والوں کا کم و بیش مجمع آپ کو ہر مسجد میں ملے گا۔ جمعہ کی نمازیں پورے سال ہر مسجد بھر جاتی بلکہ کہیں کہیں دو دو جماعتیں ہوتی ہیں۔

تبلیغی جماعت کی برکت سے اوسطاً مہینے میں کم سے کم ایک بار ضرور ہر مسجد دو تین دن کے لئے خصوصی طور سے آباد ہو جاتی ہیں۔ اور چونکہ یہاں شہروں کی مساجد میں جمعہ کے علاوہ ہفتہ بھر کی نمازوں خصوصاً دن کے اوقات میں حاضری عموماً بہت کم ہی رہتی ہے۔ اس لئے تبلیغی جماعتوں کا یہ ہر ہفتہ کا سہ روزہ تبلیغی پروگرام بہت ہی قابلِ قدر اور اس

آیت قرآنی کی ایک عملی تفسیر نظر آتا ہے جس میں ارشاد ہے :-

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝ رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَآءِ الزَّكٰوةِ یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ۝

سورۃ النور آیت ۳۶-۳۷

ان گھروں (اللہ کے گھروں) میں کہ حکم دیا ہے اللہ نے ان کی تعظیم کئے جانے اور اس کے نام کی یاد ان میں کئے جانے کا، تسبیح کرتے ہیں ان میں اس کی صبح و شام وہ لوگ کہ نہیں غافل کر پاتی ہے ان کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کا ذکر کرنے، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے۔ وہ خوف کھاتے ہیں اس دن کا کہ الٹ پلٹ ہو جائیں اس میں دل اور آنکھیں۔

تبلیغی جماعت کے ہر ہفتے کے ان سہ روزہ پروگراموں کے علاوہ مختلف نوعیتوں اور پیمانوں کے بڑے بڑے اجتماع بھی وقتاً فوقتاً ملک کے مختلف علاقوں میں ہوتے رہتے ہیں۔ اسی طرح دوسری جماعتیں بھی اپنی اپنی مخصوص مسجدوں میں اپنے اپنے انداز پر کچھ تبلیغی پروگرام کرتی رہتی ہیں۔ ہندوستان اور پاکستان کے علماء و مشائخ کو مدعو کرتے اور جگہ جگہ ان کے مواعظ و بیانات کرانے کا بھی سلسلہ کافی دنوں سے شروع ہو چکا ہے۔ اور دن بدن ترقی پر ہے اس سلسلے میں جہاں کچھ نقصان دیکھنے میں آرہا ہے کہ کچھ ایسے لوگ بھی آجاتے ہیں جو واقعی دینی ذوق اور ایمانی جذبہ ابھارنے کی بجائے فرقہ وارانہ جذبات کو فروغ دینے اور مسلکی اختلافات بھڑکانے ہی پر اپنے بیانات کا زور صرف کرتے ہیں۔ وہاں اللہ کے ایسے بندے بھی ان آنے والوں میں ہوتے ہیں جن سے مثبت دینی فائدہ مسلمانوں کو پہنچتا ہے۔ اپنی حقیقی ذمہ داریوں اور اپنی کوتاہیوں کا احساس ان میں پیدا ہوتا ہے۔ اور تعلیم و تزکیہ کا نبوی مشن ان کے بیانات اور ان کی مجالس سے کسی نہ کسی درجہ میں پورا ہوتا ہے۔

غرض جس طرح ساری دنیا میں آج جس تیزی سے شر بڑھ رہا ہے اسی تناسب سے خیر کے لئے جدوجہد بھی بڑھ رہی ہے۔ یہی حال انگلستان کا بھی ہے۔ کوئی شبہ نہیں کہ خیر کی جدوجہد کے اثرات شر کے سیلاب کے مقابلے میں اس وقت تک بہت کمزور رہے ہیں۔ لیکن اگر خیر کی جدوجہد ہمت ہارنے اور شکست ماننے کے بجائے اپنا تناسب اسی طرح بڑھاتی ہی جاتی ہے تو اثرات کا نقشہ جو کچھ بھی ہو۔ بہر حال اس میں امید بندھانے کا سامان ہے نہ کہ مایوس کرنے کا۔ شر اور شیطنت کے فروغ کے باوجود اگر خیر اور ہدایت حق کے لئے جدوجہد کرنے والوں میں پست ہمتی نہیں آتی۔ بلکہ جوش اور جذبہ کار بڑھتا ہے اور ان کے قافلے کی تعداد بھی گھٹنے کے بجائے بڑھنے ہی کی طرف جا رہی ہے تو مستقبل اور انجام کا علم تو اللہ ہی کو ہے۔ لیکن یہ علامت ہے کہ اللہ کو اب کچھ منظور ہے۔ یہ شب کی تاریکی کو ان شاء اللہ چھٹنا ہے۔ اور صبح حق نمودار ہونی ہے خواہ کتنی بھی دیر لگ جائے۔ کتنا بھی عرصہ کشمکش حق و باطل میں گزر جائے۔

ہم نے کہا اور یہی ایمان ہے کہ مستقبل اور آج کے واقعات پر مرتب والے نتائج کا حقیقی علم صرف اللہ ہی کو ہے۔ ہم محض اندازے اور گمان کی حد تک ہی کسی اچھی امید اور حسن ظن کا اظہار آج کے کسی واقعہ کے نتائج سے متعلق کر سکتے ہیں۔ اسی نوعیت کی یہ بات ہے کہ ان دنوں میں ایک ایسا واقعہ سرزمین انگلستان کے حصے میں آیا ہے جس نے ہم جیسے کتنوں ہی کے دل میں حسن امید اور یہ حسن ظن کی یہ روشنی چمکائی ہے۔ کہ شاید خدا کو انگلستان کے حق میں کوئی خیر منظور ہے اس کی شکل کیا ہوگی ؟ اسے بھی وہی جانے اور کتنا عرصہ اس کے ظہور میں لگے گا ؟ اسے بھی وہی جان سکتا ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم کی ذات گرامی سے ہندوستان و پاکستان کا کوئی بھی تھوڑا بہت پڑھا لکھا مسلمان مشکل ہی سے ناواقف ہوگا ان کی ذات سے جتنا فیض و خیر ہم جیسوں کے بشری علم و اندازے میں ہند و پاکستان کے مسلمانوں کو (چاہے وہ کہیں بھی بستے ہوں) پہنچا ہے۔ بظاہر کوئی دوسری زندہ ہستی اس پائے کی اس وقت موجود نہیں ہے وہ عمر کے ۸۴ سال پورے کرنے والے ہیں۔ برسہا برس کے عوارض نے ادنیٰ نقل و حرکت سے بھی معذور کر دیا ہے۔ ہر چھوٹی سے چھوٹی ضرورت بھی مدتوں سے ان جاں نثار خدام کے ذریعہ پوری ہوتی ہے جنہوں نے اپنی جان کو گویا آپ کی جان سے باندھ رکھا ہے۔ اور شب و روز کے ہر لمحہ میں آس پاس رہتے ہیں۔ کئی سال ہو چکے کہ اپنے شیخ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث رحمۃ اللہ علیہ کے اتباع میں اپنی عمر کا آخر محسوس کرتے ہوئے روضۂ نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات) کے جوار ہی میں جان دینے اور اسی خاک پاک کا پیوند بننے کی آرزو میں مدینہ طیبہ ہجرت فرمائی ہے۔ اور وہاں سے سال بھر میں بس ایک سفر مہینے ڈیڑھ مہینے کے لئے ہندوستانی متوسلین کی اس بے شمار تعداد کی حسرت دور کرنے کے لئے ہندوستان (سہارنپور) کا ہوتا ہے جو حجاز پاک کا سفر کر کے فیض صحبت پانے کی استطاعت نہیں رکھتی۔

جو شخص بھی قریب سے حضرت مولانا کی جسمانی کمزوری کو دیکھنے کا موقع پالے گا وہ بخوبی اندازہ کر سکے گا۔ کہ یہ ایک سفر بھی ان کے لئے کس قدر زحمت کا باعث ہوتا ہوگا۔ اس لئے کسی دوسرے سفر کا سوال ہی کہاں پیدا ہو سکتا ہے اور پچھلا سال تو عوارض اور امراض کی ایسی شدت کا گزر چکا ہے۔ کہ اہل تعلق کو ہر وقت کوئی ناشنیدنی سننے کا دھڑکا لگا رہتا ہے۔ اس لئے جب اس تمام پس منظر میں مئی کے آخری دنوں میں سے ایک دن اس راقم الحروف نے اپنے ایک دوست کی زبان سے اطلاعاً سنا کہ ۶ ارجون کو "شیخ زکریا" تشریف لا رہے ہیں۔ یعنی انگلستان تشریف لا رہے ہیں۔ تو صد فی صد ناقابل یقین بات معلوم ہوئی۔ مگر پھر انہوں نے اطلاع اور ذریعہ کی پوری تفصیل بتائی تو خبر کو قابل قبول ماننے کے ساتھ ساتھ ایک طرف تو اس کی حیرت انگیزی میں کوئی فرق نہیں آیا یا دوسری طرف ایک ایسے احساس خوش نصیبی کی لذت اس نے اس خبر سے پائی کہ کیسے بیان ہو۔ حضرت کے عوارض و امراض کی شدت کا ایک عرصے تک تسلسل سنتے سنتے . پھر سفر کی راہ میں دور تک موانع اور مشکلات دیکھتے ہوئے اس کی توقع قریب قریب نہ ہونے کے درجہ میں رہ گئی تھی کہ اس زندگی میں

حضرت کی زیارت ایک بار پھر ہو سکے گی۔ ایسی حالت میں جب یہ خبر کان سے ٹکرائی تو اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ کیسی مسرت اور احساس خوش بختی کی کیا کیفیت دل پہ طاری ہوئی ہوگی۔ اس وقت بے اختیار اپنے والد ماجد کی تحریروں میں بکثرت استعمال شدہ یہ مصرع زبان پہ آگیا ع

کیا نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

۱۷ر جون کے انتظار میں ایک ایک دن گن جا رہا تھا کہ تاریخ قریب آنے لگی۔ مگر کوئی چرچا اور تذکرہ سننے میں نہیں آیا۔ تو انہی مخبر دوست سے پوچھا کہ بھئی کیا ہوا؟ ۱۷ تو قریب آگئی۔ کوئی تازہ اطلاع اور نہیں آئی تب معلوم ہوا کہ آئی ہے۔ اور اب ۱۷ کی جگہ تاریخ ۲۴ ہوگئی ہے اور یہ انشاء اللہ نہیں بدلے گی۔ اور اس دوسری خبر کی تفصیلات کی نوعیت نے بھی اطمینان دلایا کہ انشاء اللہ اس تاریخ پر تشریف آوری ہو ہی جائے گی۔

حضرت شیخ الحدیث کی یہ تشریف آوری آپ کے خلیفہ مجاز یوسف متالا صاحب کی دعوت پر موصوف ہی کے قائم کئے ہوئے مدرسہ عربیہ اسلامیہ دارالعلوم ہولکمب بری رلنکا شائر (HOLCMOB BURY) (LANCASHIRE) میں ہو رہی تھی۔ اس دارالعلوم سے باضابطہ اعلان جاری ہوا کہ حضرت ۲۴ر کو تشریف لا رہے ہیں اور ایک ہفتہ قیام فرمائیں گے۔ چنانچہ ارادہ کر لیا کہ یہ ہفتہ انشاء اللہ حضرت کی خدمت ہی میں گزارنا ہے۔

۲۳ر اور ۲۴ر (بروز ہفتہ و اتوار) کو برمنگھم میں پورے ملک کا ایک بڑے پیمانے کا تبلیغی اجتماع تھا۔ برمنگھم دارالعلوم ہولکمب بری اور لندن کے درمیان میں ہے اس لئے سفر ۲۳ر ہی سے شروع کر دیا تاکہ اس اجتماع خیر میں بھی تھوڑی سی شرکت ہو جائے۔ اس اجتماع میں (پاکستان کے) حضرت قاضی عبدالقادر صاحب مدظلہ بھی شرکت فرما رہے تھے جو مدینہ منورہ سے حضرت کے قافلہ کے ہراول کے طور پر دو دن پہلے تشریف لے آئے تھے۔ اجتماع کے اس وقفہ کا زیادہ تر وقت حضرت قاضی صاحب کی صحبت اور معیت ہی میں گزرا۔ اجتماع کے خاتمہ پر قریب چھ بجے برمنگھم سے دارالعلوم کے لئے روانہ ہوکر قاضی صاحب اور ہم لوگ تھوڑا آگے پیچھے ۸ر اور ۹ر کے بیچ میں دارالعلوم پہنچ گئے۔ سفر کار سے تھا جو انگلینڈ میں ہمارے ایک کرم فرما خاص جناب حافظ محمد ابراہیم صدیقی صاحب کی اور رفاقت علاوہ حافظ صاحب کے ایسے ہی دو سرے محب خاص مولانا محمد عیسیٰ صاحب (امام مسجد ایسٹ پارک لندن) کی اور ایک دوسرے مہربان پٹیل صاحب کی تھی۔ سفر دو گھنٹے کا تھا مگر ہم لوگ ایک گفتگو کی محویت میں سب کے سب ہی اُس موڑ کے سائن سے غافل ہو گئے جس پر ہمیں مین روڈ (موٹروے) کو چھوڑ کر دارالعلوم کے لئے مڑنا تھا اور

"یک لحظہ غافل بودم و صد سالہ راہم دور شد"

کے مصداق قریب چالیس میل آگے نکل کر یہ سمجھنے پر مجبور ہوئے کہ ہم اپنی راہ چھوڑ کر آگے نکل آئے۔ چنانچہ اب پٹے اور یہ

میل اسی میل کی مسافت بھی پڑی اور گھنٹے سوا گھنٹے کی تاخیر بھی۔ بہرحال دارالعلوم پہنچے۔ جو بڑی شہری آبادی "بوسٹن" سے آٹھ دس میل کے فاصلے پر ہولکمب ہل (HOLCOMB HILL) نامی پہاڑی پر واقع ہے۔ یہ اصل میں ایک سینی ٹوریم تھا جو کسی وجہ سے چھوڑ دیا گیا تو اسے غالباً ۱۹۷۳ء میں ایک لاکھ پندرہ ہزار پونڈ کے عوض دارالعلوم کے لئے خرید لیا گیا۔ بہرحال دارالعلوم پہنچے۔ حضرت قاضی صاحب اور ان کے رفقاء سفر جناب حافظ پٹیل صاحب (امیر جماعت تبلیغ برطانیہ) اور مولانا یعقوب صاحب کاوی وغیرہ) پہلے پہنچ چکے تھے۔ نماز عصر کا وقت تنگ ہو رہا تھا۔ جلدی سے نماز ادا کی۔ اس کے بعد قاضی صاحب کے ساتھ کھانا کھایا اور اب مغرب کا وقت آ گیا۔ کوئی پونے دس بجے کا وقت ہو گا۔ (انگلینڈ میں آج کل دن اتنا بڑا ہے کہ مختلف علاقوں کے فرق کے اعتبار سے پونے پانچ، پانچ پر سورج نکلتا ہے اور ساڑھے نو پونے دس پر غروب ہوتا ہے)

حضرت شیخ الحدیث کے متعلق ہمیں برمنگھم ہی میں اطلاع مل چکی تھی کہ جہاز لیٹ ہو جانے کی وجہ سے ساڑھے دس کے قریب مانچسٹر کے ہوائی اڈے پر اتریں گے۔ مغرب کی نماز میں اس کا اعلان کر دیا گیا۔ قرب و جوار اور دور دراز سے سینکڑوں آدمی شیخ کے استقبال اور دیدار کے لئے ابتدائی اطلاع کے مطابق تین چار بجے ہی سے پہنچ چکے تھے نیا اعلان سن کر چشم براہ ہو گئے۔ حضرت کو جس جگہ سے کار سے اتر کر اپنے کمرے تک پہیوں والی کرسی تک آنا تھا اس جگہ سے کمرہ تک لوگ دو رویہ قطاروں میں کھڑے ہو گئے۔ اس طرح کمرہ تک پہنچتے پہنچتے اکثر لوگوں کو آپ کی ایک جھلک دیکھنے کا موقع مل گیا۔

خیال تھا بلکہ یقین سا تھا کہ اس وقت رات میں اس سے زیادہ ملاقات کی کسی صورت کا کوئی سوال نہیں۔ صبح آٹھ بجے کے جدہ سے چلے ہوئے رات کو ساڑھے دس بجے منزل پر پہنچ رہے ہیں۔ تعب و تکان کا کیا حال ہو گا۔ اچھا بھلا تندرست آدمی بھی اتنے لمبے سفر کے بعد آرام ہی چاہے گا۔ چہ جائیکہ ایک پیر ضعیف و مریض مگر حیرت کی انتہا نہ رہی جب نماز عشاء میں اعلان سنا کہ لوگ اسی وقت حضرت سے عرض سلام اور مصافحہ کی شکل میں مل سکیں گے — یا اللہ یہ مجاہدہ اور اہل شوق و محبت کی یہ رعایت۔ اس سے جہاں یہ اندازہ ہوا کہ مجاہدہ کرتے کرتے انسان تحمل اور برداشت کے کس درجہ تک پہنچ جاتا ہے اور اہل اللہ کو عین اخلاق الٰہی کے مطابق[1] اہل شوق و طلب کی کتنی رعایت ملحوظ رہتی ہے وہاں ایک اشارہ میرے اپنے ذہن کو یہ بھی ملا کہ یوں تو یہ حضرات اپنا ایک لمحہ بھی کہیں بھی ہوں ضائع نہیں جانے دیتے مگر یہاں، میرے فہم و اندازے کے مطابق، وہ اپنے بس بھر جس اضافے اور خلق اللہ کی طرف زیادہ سے زیادہ کھینچنے

---

[1] اخلاق الٰہی سے متعلق ایک حدیث میں آتا ہے کہ بندہ اگر میری طرف ایک بالشت بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں اور وہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں دو ہاتھ بڑھ کر آتا ہوں۔ الخ

کی نیت اور امید سے تشریف لاتے تھے۔ اسے ملحوظ رکھتے ہوئے یہاں کے قیام کا ایک ایک لمحہ وصول کرنا اور اس کے لئے بہر قیمت وہ طرزِ عمل اختیار کرنا منظور تھا۔ جو اس مقصد و مدعا کے زیادہ سے زیادہ بڑے پیمانے پر حاصل ہونے میں مددگار ہو سکے ۔ لوگ جانتے ہیں کہ ع

"فقط یہ بات کہ پیرِ مغاں ہے مردِ خلیق"

اس امر کا باعث ہوتی ہے کہ میکدے میں ہجوم زیادہ ہو۔

بہرحال حیرت اور مسرت سے یہ اعلان سنا کہ اسی آدھی رات کے وقت ملاقات ہو گی۔ چنانچہ ہوئی اور قریب قریب ایک گھنٹہ اس عمومی ملاقات میں لگا۔ جس میں قطار باندھ کر لوگ سلام اور مصافحہ کرتے ہوئے گزرتے گئے۔ الحمد للہ یہ سعادت اپنے حصہ میں بھی آئی۔ دل و نگاہ دونوں مدت سے پیاسے تھے۔ مصافحہ کے ساتھ آنکھیں بھی ان مبارک ہاتھوں سے لگا کر اس پیاس کو کچھ بجھانے اور سپاسِ دل گزارنے کی کوشش کی۔ امید کے مطابق التفات پایا تو اظہار خوش نصیبی کے پیرائے میں اس زحمت فرمائی پر زبان سے بھی شکر گزارا۔ کیا مبارک رات تھی

نازم بچشمِ خویش کہ روئے تو دیدہ است

ایک ڈیڑھ بجے سو کر چار بجے فجر کے لئے اٹھنا ہوا۔ اور اس کے بعد رات تک کا وہ پروگرام شروع ہو گیا جس کا حضرت کے دورانِ قیام میں روزمرہ کے لئے اعلان ہو گیا تھا۔ یعنی سوا چار بجے نماز فجر کی ادائیگی کے بعد اوراد و وظائف ۸½ بجے ناشتہ ۱۰½ بجے سے ۱۱½ تک تصوف تزکیہ سے متعلق شیخ کی کسی کتاب سے تعلیم۔ ایک بجے دوپہر کا کھانا۔ ۲½ بجے ظہر کی نماز۔ نماز کے بعد مشائخ کا معمول بہ ختم اور اجتماعی دعا۔ پھر ذاکرین کا ذکر بالجہر اور بقیہ لوگوں کی درود، استغفار اور تسبیحات میں مشغولیت۔ اس کے بعد ۶ بجے شام کی چائے پھر ۶½ بجے سے ۷½ بجے تک حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی کا بیان۔ ۵ بجے نماز عصر۔ نماز کے بعد شام کا کھانا۔ پونے دس بجے مغرب کی نماز اور نماز کے بعد نماز گاہ ہی میں قریباً پون گھنٹے کی حضرت کی مجلس۔ اور پھر ۱۱½ بجے عشاء کی نماز۔

یوں تو کئی سو آدمی مستقل طور سے دارالعلوم میں مقیم ہی رہتے تھے اور اس طرح ہر پروگرام میں اچھا خاصا مجمع ہوتا تھا۔ لیکن دارالعلوم کی یہ خانقاہ جو حضرت کی آمد سے قائم ہو گئی تھی۔ اس کی اصل بہار شام چھ بجے سے شروع ہوتی تھی۔ سبب کہ قرب و جوار کے لوگ اپنی دکانوں، دفتروں اور کارخانوں وغیرہ سے چھٹی پا کر جوق در جوق وہاں پہنچ جاتے تھے۔ اس وقت یہ مجمع ہزاروں کا ہوتا تھا۔ اور اس بہار کا بھی اصل شباب نماز مغرب سے شروع ہوتا تھا۔ اس کے بعد متصلاً اسی جگہ حضرت مجمع کے بیچ میں تشریف فرما ہوتے تھے۔ یہ وقت چوبیس گھنٹوں کا حاصل تھا۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ دلوں پر سکینت اور فیضانِ حق کا نزول ہو رہا ہے۔ اور کیسے نہ ہوتا جب کہ ایک بندۂ حق اپنی پوری توجہ قلبی کے ساتھ مراقب ہو کر درمیان میں بیٹھا ہے اور ارد گرد کا سارا مجمع فیضانِ حق کے کچھ چھینٹے پانے کی نیت سے ایک

جذبۂ طلب اور حسنِ عقیدت کے ساتھ نظریں اس کے چہرے پر جمائے ہوئے، اس کے اپنے الفاظ میں اُس کی "درخواست" اور ہماری تعبیر میں اس کی ہدایت پر کم سے کم ایک ہزار بار درود شریف کا ورد پورا کرنے میں مصروف ہے۔

حضرت نے پہلے ہی دن مجلس میں تشریف فرما ہوتے ہی فرمایا تھا کہ بھئی میرے پاس صرف بیٹھنے اور مجھے دیکھنے کے لئے جمع ہو جانے سے کچھ نہیں ملے گا۔ جو کچھ ملے گا کچھ کرنے سے ملے گا۔ اور کچھ کرنے کے سلسلے میں اس وقت (یعنی اس مجلس کے وقت) میں کم از کم اتنا ضرور کرو کہ ایک ایک ہزار بار درود شریف ہر شخص پڑھ لے اور اس کے علاوہ اوقات میں ہر غیر ضروری بات سے اپنے وقت کی حفاظت کرتے ہوئے دل اور زبان کو زیادہ سے زیادہ اللہ کے ذکر میں مشغول رکھو۔

اس مجلس کے آغاز میں ہر دن حضرت کسی نہ کسی درجے اور کسی نہ کسی پیرائے میں مذکورہ بالا ہدایت کی یاد دہانی ضرور فرماتے تھے۔ اور اندازہ یہ ہے کہ کم از کم اس مجلس کے وقت میں تو تمام ہی حاضرین آپ کی ہدایت پر عمل کرتے تھے اور اس طرح یہ مجلس گویا مجلس درود ہو جاتی تھی۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ وَاحِدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرًا (جو کوئی مجھ پر ایک بار درود بھیجے اللہ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے) اس مبارک حدیث کی روشنی میں کیونکر کسی شبہ کی گنجائش ہو سکتی ہے کہ اس مجلس کے دوران میں دل و روح میں جو ایک غیر معمولی سکینت و شادمانی اور ایک بیان سے بالاتر حلاوت ایمانی کا احساس طاری رہتا تھا وہ کوئی واہمہ نہیں عین ایک حقیقت کا احساس اور اُس رحمت و عنایتِ حق کا عکس تھا جو اس خاموش درود خوانی کے جواب میں اس مجلس پر برس رہی ہوتی تھی۔

اتنی دیر کی خاموشی کے بعد کہ ایک ہزار مرتبہ درود کا ورد پورا ہو جاتے۔ ان لوگوں کی بیعت شروع ہوتی تھی جو حضرت سے بیعت ہونا چاہتے تھے۔ اس بیعت کا طریقہ یہ تھا کہ حضرت اپنی زبان سے بیعت کے الفاظ فرماتے جسے حضرت کے خدام میں سے ملک عبدالحفیظ صاحب مائک پر دہرا کر اس ہدایت کے ساتھ مجمع تک پہنچاتے کہ جو لوگ واقعی بیعت کا ارادہ کر کے آئے ہوں وہ ان الفاظ کو دہرائیں۔ بیعت کے الفاظ میں کیا ہوتا ہے؟ ایمان کی تجدید گناہوں سے توبہ اور آئندہ کے لئے اطاعت و راست روی کا عہد و اقرار۔ یہ اس مجلس کا خاتمہ ہوتا تھا یعنی درود سے شروع کر توبہ و استغفار پر یہ مجلس ختم ہوتی تھی —— اس کے علاوہ اور کیا کسی مجلس کے بابرکت اور ایمان آفریں ہونے کے لئے چاہیئے۔

اس انداز پر اور اس شان سے حضرت کے قیام انگلستان کے یہ دس گیارہ دن گزرے۔ انہی میں سے درمیان کا ایک دن (پنجشنبہ ۲۸ جون) برطانیہ کے تبلیغی مرکز (ڈیوزبری) کے لئے رکھا گیا تھا۔ پورے قیام میں بس یہی ایک سفر حضرت نے دارالعلوم سے باہر کا فرمایا۔ صبح ساڑھے دس گیارہ بجے روانگی ہوئی، ۱۲ بجے ڈیوزبری سے چند میل ورے باٹلی پہنچ کر ٹھہرا دیا

کا قیام فرمایا۔ کیونکہ یہاں خواتین کی بیعت کا پروگرام تھا۔ اس بیعت سے فراغت پاکر آپ ڈیوزبری کے مرکز میں تشریف لے آئے عشاء تک وہیں قیام رہا۔ عشاء پڑھ کر وہاں سے پھر دارالعلوم کو واپس ہوگئے۔ اس قیام میں بھی نظام الاوقات اور پروگرام بالکل وہی رہا جو دارالعلوم میں رہتا تھا۔

حضرت دارالعلوم سے ڈیوزبری چلے تو وہاں کے مقیمین کا بیشتر حصہ بھی آپ کے آگے پیچھے اس طرح وہاں سے منتقل ہوگیا جیسے شمع کے ساتھ پروانے۔ اور ان کے علاوہ ڈیوزبری کے جوار سے جو آمد شروع ہوئی تو ہر طرف سے موٹریں ہی موٹریں آتی ہوئی نظر آتی تھیں۔ دارالعلوم تو بالکل ہی آبادی سے الگ اپنی دنیا آپ ہے۔ مرکز کے ساتھ بھی کوئی خاص آبادی نہیں۔ مگر دونوں جگہ جنگل میں منگل میں شان تھی۔ معلوم ہوتا تھا دنیا کی ساری رونق اور زندگی یہیں کھنچ آئی ہے۔

اگر اسے سفر کہا جاسکے تو ایک سفر ڈیوزبری کے علاوہ بھی حضرت نے اور کیا اور وہ دارالعلوم سے آٹھ دس میل پر واقع شہر بولٹن کی زکریا مسجد کا سفر تھا۔ یہاں اتوار یکم جولائی کو ۱۲ بجے دن سے ظہر تک کا پروگرام تھا جہاں مفتی محمود الحسن صاحب کا بیان۔ خواتین کی بیعت اور دوپہر کے کھانے کی دعوت تھی۔ اس پروگرام میں راقم حروف شریک نہیں ہوسکا۔ کیونکہ اسے اسی دن دو بجے لندن کے لئے واپس ہونا ضروری تھا۔

ابتداء میں حضرت کی واپسی بھی اتوار ہی کی تھی اسی کے مطابق میں نے بھی اتوار تک کے ارادے سے لندن چھوڑا تھا۔ مگر بعد میں حضرت کے قیام میں کچھ اضافہ طے ہوگیا اور واپسی جمعرات ۵؍ جولائی کو طے پائی۔ مگر میں بعض مجبوریوں سے اپنا قیام نہ بڑھا سکا۔ اور حضرت سے اجازت اور آپ کی دعائیں لے کر حضرت کی بولٹن روانگی کے بعد لندن کے لئے روانہ ہوگیا۔

۵؍ جولائی کی صبح ۹ بجے حضرت مانچسٹر ایرپورٹ سے پرواز کرکے قریب لندن کے ہیتھرو ایرپورٹ پر تشریف لائے یہاں سے آپ کو ایرانڈیا کے ذریعہ دہلی تشریف لے جانا تھا۔ طیارہ کا اصل وقت ۱۰ بجے تھا مگر رات ہی کو اس کا علم دارالعلوم میں ہوگیا تھا کہ ۱۰ بجے کے بجائے دو بجے پرواز ہوگی۔ اس لئے جو آخری فلائٹ اس طیارہ سے سفر کے لئے مانچسٹر سے ہوسکتی تھی وہ اختیار کی گئی۔ مگر یہ مزید دو گھنٹے لیٹ ہوا اور چار بجے گیا۔

دو بجے کی اطلاع ہم لندن کے لوگوں کو بھی مل گئی تھی اس لئے گیارہ کے قریب ہیتھرو پہنچے۔ اس وقت حضرت مخصوص انتظامات کے تحت برٹش ایرویز کے میڈیکل یونٹ کے ایمرجنسی وارڈ میں تشریف فرما تھے۔ ہمیں وہیں حاضری کا موقع مل گیا۔ مگر عین اسی وقت ایرانڈیا کے "مہاراجہ لانج" سے بلاوا آگیا۔ جہاں آرام کا مستقل بندوبست ہورہا تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد وہاں جاکر رخصتی ملاقات کی تکمیل کی۔

خدا ان لوگوں کو سدا خوش رکھے جو حضرت کے اس سفر کا ذریعہ بنے اور راقم الحروف جیسے کتنے ہی آرزومندوں کو انگلستان ہی میں بیٹھے بیٹھے حضرت کی زیارت نصیب کرادی۔ غیب اور حقیقت کا علم تو اللہ ہی کو ہے مگر جہاں تک اپنے دل کی بات ہے سو وہ تو یہی کہتا ہے کہ حضرت کی معذوریاں جس درجہ کی ہیں ضعف و پیری کی جو کیفیت ہے اور مدینے